بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب دامت برکاتہم،

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کو آنجناب کی جانب سے قربانی کے نصاب سے متعلق ایک تحریر موصول ہوئی ہے، اس تحریر کا ہر پہلو سے بغور جائزہ لیا گیا ہے، تحریر کے بارے میں دارالافتاء کی رائے آپ کو بھیجی جارہی ہے، والسلام۔

محمد انعام الحق

محمد انعام الحق

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

4ذوالحجہ 1437ھ بمطابق 7 ستمبر 2016ء

دار الافتاء
جامعة العلوم الإسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداً ومصلیا

فقہ حنفی میں قربانی کے وجوب کے لیے وہی نصاب مقرر ہے جو زکوۃ کی فرضیت کے لیے ہے، البتہ دونوں کے نصاب میں دو طرح کا فرق ہے:

الف: قربانی کے نصاب کے لیے مال کا نامی ہونا ضروری نہیں، لہذا اگر کوئی شخص اپنے ذاتی ملکیتی گھر میں خود رہائش پذیر نہ ہو اور نہ ہی اس نے اسے کرایہ پر دیا ہو تو اس گھر کو قربانی کے نصاب میں شمار کریں گے۔

ب: قربانی کے وجوب کے لیے مال پر سال کا گزرنا شرط نہیں، جب کہ زکوۃ کے مال پر سال گزرنا شرط ہے۔

لہذا جس شخص کے پاس قربانی کے دنوں (دس ، گیارہ اور بارہ ذو الحجہ) میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو اس پر قربانی واجب ہے، اگر کسی کے پاس روپے (کرنسی نوٹ) یا سامان تجارت ہو تو اس کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا کہ وہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں؟ اگر نصاب کی بقدر ہے تو قربانی واجب ہو گی ورنہ نہیں، قیمت لگانے میں فقہاء کرام کے تین طرح کے اقوال ملتے ہیں:

۱۔ مالک کو اختیار ہے کہ وہ سونا یا چاندی کے نصاب میں سے جسے چاہے معیار بنائے، یہ ظاہر الروایۃ ہے۔

۲۔ سونا یا چاندی میں سے مال تجارت جس کے نصاب کو پہنچتا ہو اسے معیار بنایا جائے گا، کیوں کہ اس میں فقراء و مساکین کا فائدہ ہے، یہ نادر الراویۃ ہے۔

۳۔ سامان تجارت سونا یا چاندی میں سے جس چیز کے بدلے میں خریدا گیا ہے اسی کو معیار بنایا جائے گا، لہذا اگر سامان تجارت دراہم کے بدلے خریدا جائے تو چاندی کا نصاب اور اگر دینار کے بدلے خریدا جائے تو سونے کا نصاب معیار ہو گا۔

حنفی کتب فقہ اور کتب فتاوی اس بات پر متفق ہیں کہ سامان تجارت کی تقویم میں " انفع للفقراء " کی رعایت کرتے ہوئے "نادر الروایۃ" پر فتوی دیا جائے گا اور تخییر (مالک کو اختیار دینا کہ جس نصاب کو چاہے معیار بنائے) اس صورت میں ہے جب کہ سامان تجارت سونا اور چاندی میں سے ہر ایک کے نصاب کو پہنچتا ہو۔

اس سلسلے میں درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

الف: الدر المختار مع رد المحتار(كتاب الزكاة، باب زكاة المال ۲۹۹/۲ ط:سعید)

(أو) في (عرض تجارة قيمته نصاب) ··· (من ذهب أو ورق) ··· (مقوّما بأحدهما) إن استويا فلو أحدهما أروج تعين التقويم به ولو بلغ

دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

(جاری ہے)۔۔

بأحدهما نصابا دون الآخر تعين ما يبلغ به ولو بلغ بأحدهما نصابا وخمسا وبالآخر أقل قومه بالأنفع للفقير، سراج

و في الرد: قوله (من ذهب أو ورق) بيان لقوله نصاب وأشار ب"أو" إلى أنه مخير إن شاء قومها بالفضة وإن شاء بالذهب لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء ،بحر. لكن التخيير ليس على إطلاقه كما يأتي ... قوله (مقوّما بأحدهما) تكرار مع قوله من ذهب أو ورق لأن معناهما التخيير ومحل التخيير إذا استويا فقط أما إذا اختلفا قوّم بالأنفع اه ح ... قوله (تعين التقويم به) أي إذا كان يبلغ به نصابا لما في النهر عن الفتح يتعين ما يبلغ نصابا دون ما لا يبلغ فإن بلغ بكل منهما وأحدهما أروج تعين التقويم بالأروج.

ب: فتح القدير (كتاب الزكاة ، فصل في العروض ٢/ ١٦٧ ط: رشيدية)

(قوله وتفسير الأنفع أن يقومها بما بلغ نصابا) صرح المصنف باختلاف الرواية وأقوال الصاحبين في التقويم أنه بالأنفع عينا أو بالتخيير أو بما اشترى به إن كان من النقود وإلا فبالنقد الغالب أو بالنقد الغالب مطلقا.

ثم فسر الأنفع الذي هو أحدها بأن يقوم بما يبلغ نصابا ، ومعناه أنه إذا كان بحيث إذا قومها بأحدهما لا تبلغ نصابا والآخر تبلغ تعين عليه التقويم بما يبلغ فأفاد أن باقي الأقوال يخالف هذا وليس كذلك ، بل لا خلاف في تعين الأنفع بهذا المعنى على ما يفيده لفظ النهاية والخلاصة.

قال في النهاية في وجه هذه الرواية : إن المال كان في يد المالك ينتفع به زمانا طويلا فلا بد من اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم ، ألا ترى أنه لو كان يقومه بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنه يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق فهذا مثله انتهى.

وفي الخلاصة قال : إن شاء قومها بالذهب وإن شاء بالفضة وعن أبي حنيفة أنه يقوم بما هو الأنفع للفقراء وعن أبي يوسف يقوم بما اشترى ، هذا إذا كان يتم النصاب بأيهما قوم ، فلو كان يتم بأحدهما دون الآخر قوم بما يصير به نصابا انتهى.

فإنما يتجه أن يجعل ما فسر به بعض المراد بالأنفع ، فالمعنى يقوم المالك بالأنفع مطلقا فيتعين ما يبلغ به نصابا دون ما لا يبلغ : فإن بلغ بكل منهما وأحدهما أروج تعين التقويم بالأروج ، وإن استويا رواجا حينئذ يخير المالك كما

(جاری ہے)۔۔

دار الإفتاء
جامعة العلوم الإسلامية
علامه بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

يشير إليه لفظ الكافي ··· هذا والمذكور في الأصل المالك بالخيار إن شاء قومها بالدراهم وإن شاء بالدنانير من غير ذكر خلاف ، فلذا أفادت عبارة الخلاصة التي ذكرناها والكافي أن اعتبار الأنفع رواية عن أبي حنيفة ، وجمع بين الروايتين بأن المذكور في الأصل من التخيير هو ما إذا كان التقويم بكل منهما لا يتفاوت

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ احناف کے ہاں فتوی اس پر ہے کہ سامان تجارت سونا یا چاندی میں سے جس کے نصاب کو پہنچتا ہو اسی کو معیار بنایا جائے گا۔

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کی جانب سے ارسال کردہ تحریر میں قربانی کے وجوب کے لیے سونے کے نصاب کو معیار قرار دینے کی تجویز دی گئی ہے، اس سلسلے میں چند گزارشات پیش خدمت ہیں:

ا۔ سامان تجارت کی قیمت لگانے میں مالک اس وقت مختار ہے جب سامان سونا اور چاندی دونوں کی قیمت کے حساب سے نصاب کو پہنچتا ہو، اگر کسی ایک کے حساب سے نصاب مکمل ہو دوسرے کے حساب سے مکمل نہ ہو تو اسی کے ذریعہ قیمت لگانا ضروری ہے جس سے نصاب کی تکمیل ہو، اس صورت میں مالک کو اختیار نہیں دیا جائے گا۔

مذکورہ تحریر میں موجود اکثر عبارتوں کے سیاق میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ مالک کو اختیار دینا مطلقا نہیں، بلکہ ایک خاص صورت میں ہے، لیکن ارسال کردہ تحریر میں حوالہ کی عبارت نقل کرتے ہوئے اس صراحت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، مسئلہ کی مزید توضیح کے لیے عبارتیں سیاق وسباق کے ساتھ ملاحظہ ہوں:

الف: النهر الفائق، (كتاب الزكاة، باب زكاة المال ١/ ٤٤١ ط: دارالكتب العلمية)

و جمع بينهما بحمل ما في الأصل على ما إذا كان التقويم بكل منهما لايتفاوت ، و تفسير الأنفع أن يقومها بما تبلغ نصابًا، وعن الثاني بما إذا اشترى إن كان الثمن من النقود و إلا فبالنقد الغالب ، و عن محمد بالنقد الغالب على كل حال ، كذا في الهداية، و عليه جرى الشيخ و غيره و هو مخالف لما في النهاية من أنه إن كان تقويمه بأحد النقدين يتم به النصاب و بالآخر لا ، قوّمها بما يتمّ به اتفاقا ، و في الخلاصة إن شاء قوّمها بالذهب أو بالفضة و عن الإمام أنه يقوّمها بما اشترى، هذا إذا كان يتمّ النصاب بأيهما تقوم فلو كان يتمّ بأحدهما دون الآخر قوّم بما يصير به نصابًا ، و عليه فلا يصح تفسير الأنفع بما ذكر إذ باقي الأموال لا يخالف هذا، نعم يتجه جعله تفسيرًا لبعض المراد بالأنفع ، فالمعنى : يقوّم المالك بالأنفع مطلقًا فيتعين

دار الافتاء جامعة العلوم الإسلامية علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

(جاری ہے)۔۔

ما يبلغ به نصابًا دون ما لا يبلغ فإن بلغ بكل منهما و أحدهما أروج تعين التقويم بالأروج و إن استويا رواجًا خيّر المالك، كذا في الفتح۔

ب : بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، (كتاب الزكاة، ٢/ ١٩ ط:دارالكتاب العربي، بيروت)

وإذا كان تقدير النصاب من أموال التجارة بقيمتها من الذهب والفضة وهو أن تبلغ قيمتها مقدار نصاب من الذهب والفضة فلا بد من التقويم حتى يعرف مقدار النصاب ثم بماذا تقوم ؟ ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي أنه يقوم بأوفى القيمتين من الدراهم والدنانير حتى إنها إذا بلغت بالتقويم بالدراهم نصابا ولم تبلغ بالدنانير قومت بما تبلغ به النصاب وكذا روي عن أبي حنيفة في الأمالي أنه يقومها بأنفع النقدين للفقراء ۔۔۔ ومشايخنا حملوا رواية كتاب الزكاة على ما إذا كان لا يتفاوت النفع في حق الفقراء بالتقويم بأيهما كان جمعا بين الروايتين وكيفما كان ينبغي أن يقوم بأدنى ما ينطلق عليه اسم الدراهم أو الدنانير وهي التي يكون الغالب فيها الذهب والفضة ، وعلى هذا إذا كان مع عروض التجارة ذهب وفضة فإنه يضمها إلى العروض ويقومه جملة

ج : البحرالرائق، (كتاب الزكاة، باب زكاة المال ٢/ ٢٢٩ ط:سعيد)

وأشار بقوله ورق أو ذهب إلى أنه مخير إن شاء قومها بالفضة ، وإن شاء بالذهب ؛ لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء ، وفي النهاية لو كان تقويمه بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنه يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق ا هـ .

وفي الخلاصة أيضا ما يفيد الاتفاق على هذا وكل منهما ممنوع فقد قال في الظهيرية رجل له عبد للتجارة إن قوم بالدراهم لا تجب فيه الزكاة، وإن قوم بالدنانير تجب فعند أبي حنيفة يقوم بما تجب فيه الزكاة دفعا لحاجة الفقير وسدا لخلته، وقال أبو يوسف: يقوم بما اشترى فإن اشتراه بغير النقدين يقوم بالنقد الغالب اهـ.

فالحاصل أن المذهب تخييره إلا إذا كان لا يبلغ بأحدهما نصابا تعين التقويم بما يبلغ نصابا ، وهو مراد من قال يقوم بالأنفع ولذا قال في الهداية وتفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابا

دار الإفتاء
جامعة العلوم الإسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

(جاری ہے)۔۔

د:حاشية الشلبي على تبيين الحقائق (كتاب الزكاة، باب زكاة المال ٢/ ٧٧ و ٧٨ ط:سعيد)

(قوله وعن أبي يوسف أنه يقومها إلخ) رواه عنه محمد قال في الغاية وعنه التخيير وهو محمول على ما إذا لم يكن بينهما تفاوت ا هـ

۲۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے شرح عقود رسم المفتی میں اس بات کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اگر کسی "نادرالروایۃ" کی تصحیح موجود ہو تو اس تصحیح کا اعتبار کر کے اس پر فتوی دینا درست ہے ۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کئی روایات ہوں تو اکثر مشائخ کا یہ دستور ہے کہ وہ نادر الروایۃ کو چھوڑ کر "ظاہر الروایۃ" کو لیتے ہیں، یہ طریقہ میرے نزدیک درست نہیں، خاص طور پر جب کسی حدیث سے "نادر الروایۃ" کی تائید ہوتی ہو، میں ایسی صورت میں اس حدیث کو "نادر الروایۃ" پر محمول کرتا ہوں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ "نادرالروایۃ" ہے، کیوں کہ جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جانب سے کوئی روایت منقول ہو تو ان کے پاس اس پر حدیث یا کوئی اور دلیل لازمی ہوگی، پھر جب مجھے اس کے موافق حدیث مل جاتی ہے تو میں اسے اس حدیث پر ہی محمول کرتا ہوں۔

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم نے "اصول الافتاء و آدابہ" میں اس بحث کے ضمن میں کئی ایسے مسائل ذکر کیے ہیں جن میں "ظاہر الروایۃ" کو چھوڑ کر "نادر الروایۃ" پر فتوی دیا گیا ہے۔

لہذا جب مشائخ نے "انفع للفقراء" والی روایت پر فتوی دیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے تو اس کی اہمیت کو گھٹا کر پیش کرنا درست نہیں، جس سے یہ تاثر ہو کہ یہ روایت مضبوط نہیں ہے۔

شرح عقود رسم المفتي (ص:٥ و ١١ ط: مركز توعية الفقه الاسلامي، الهند)

اعلم بأن الواجب اتباع ما ترجيحه عن أهله قد علما
أو كان ظاهر الرواية و لم يرجحوا خلاف ذاك فاعلم

... و قولي أو كان ظاهر الرواية الخ معناه أن ما كان من المسائل في الكتب التي رويت عن محمد بن الحسن رواية ظاهرة يفتى به و إن لم يصرحوا بتصحيحه ، نعم لو صححوا رواية أخرى من غير كتب ظاهر الرواية يتبع ما صححوه، قال العلامة الطرطوسي في أنفع الوسائل في مسئلة الكفالة إلى شهر : إن القاضي المقلد لا يجوز له أن يحكم إلا بما هو ظاهر الرواية لا بالرواية الشاذة إلا أن ينصوا على الفتوى عليها ، انتهى.

دار الافتاء
جامعة العلوم الاسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
پاکستان

(جاری ہے)۔۔

فيض الباري، (كتاب الصلاة، باب إذا ذكر في المسجد أنه جنب ١/ ٤٦٥ ط:دارالكتب العلمية)

فائدة: واعلم أن الروايات إذا اختلفت عن إمامنا في مسألة، فعامة مشايخنا يسلكون فيها مسلك الترجيح، فيأخذون بظاهر الرواية ويتركون نادرها، وليس بسديد عندي ولا سيما إذا كانت الرواية النادرة تتأيد بالحديث، فإني أحمله على تلك الرواية، ولا أعبأ بكونها نادرة، فإن الرواية إذا جاءت عن إمامنا رحمه الله تعالى لا بد أن يكون لها عنده دليل من حديث أو غيره، فإذا وجدت حديثا يوافقها أحمله عليها.

۳۔ فتوی میں " انفع للفقراء " کی پابندی کو امام صاحب کی محض ایک روایت کہا گیا ہے، جب کہ " النهر الفائق"، "تبيين الحقائق "اور "الجوهرة النيرة" میں اسے امام صاحب رحمہ اللہ کا مذہب قرار دیا گیا ہے، "المحيط البرهاني" میں ہے کہ یہ امام محمد رحمہ اللہ کی بھی ایک روایت ہے۔

تبيين الحقائق ، (كتاب الزكاة، باب زكاة المال ٢/ ٧٧ و ٧٨ ط: سعيد)

واعتبار الأنفع مذهب أبي حنيفة ومعناه يقوم بما يبلغ نصابا إن كان يبلغ بأحدهما ولا يبلغ بالآخر احتياطا لحق الفقراء

النهر الفائق، (كتاب الزكاة، باب زكاة المال ١/ ٤٤١ ط: دارالكتب العلمية)

و عن الإمام في رواية النوادر يقوّمها بالأنفع للفقراء وجعله الشارح مذهب الإمام.

الجوهرة النيرة ، (كتاب الزكاة ، باب زكاة العروض ص: ١٦٠ ط: مير محمد)

(قوله يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين) تفسير الأنفع أن يقومها بما يبلغ نصابا عند أبي حنيفة

المحيط البرهاني، (كتاب الزكاة، الفصل الثالث ٢/ ٤٣٢ ط: دار إحياء التراث العربي)

وعن أبي حنيفة أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة، حتى إذا بلغ بالتقوم بأحدهما نصاباً ولم يبلغ بالآخر قوم بما يبلغ نصاباً، وهو إحدى الروايتين عن محمد.

۴۔ قربانی کے سلسلے میں احتیاط اسی میں ہے کہ مال تجارت کی تقویم میں سونا اور چاندی میں سے وہ چیز معیار ٹھہرائی جائے جس سے نصاب مکمل ہو جائے، مالک کو اختیار نہ دیا جائے، کیوں کہ عبادات، معاملات سے زیادہ احتیاط کے متقاضی ہوتے ہیں، "انفع للفقراء" والی روایت میں احتیاط ہے، لہٰذا اسی پر فتوی دیا جائے، موجودہ زمانہ میں جب کہ عوام دینی احکامات کی بجا آوری میں سستی کا شکار ہیں، ایسے موقع پر انہیں نرمی فراہم کرنا شریعت کے اصولوں کے منافی اور خلاف حکمت معلوم ہوتی ہے۔

(جاری ہے)۔

دار الافتاء جامعة العلوم الإسلامية علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

۵۔۔ چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے، اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو وہ شریعت کی نظر میں مالدار ہے، اب اگر اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا مالِ تجارت ہو یا اتنی مالیت کی نقدی (کرنسی) ہو تو اسے مالدار شمار نہ کرنا خلافِ معقول ہے۔

۶۔۔ یہ امر ضروری نہیں کہ جس شخص کے پاس چالیس ہزار روپے ہو وہ اس بات پر مجبور ہو کہ آدھی رقم سے قربانی کرے، کیوں کہ متوسط قسم کا بکرا دس سے بارہ ہزار روپے تک مل سکتا ہے، پھر قربانی میں بکرے کی جنس سے قربانی کرنا بھی لازم نہیں، بلکہ وہ گائے میں حصہ دار بن کر بھی یہ واجب ادا کر سکتا ہے، شہر کراچی میں گائے کے ایک حصہ کی قیمت ۸ سے ۹ ہزار روپے تک ہے، نیز اگر واجب کی ادائیگی مقصود ہو تو شمالی علاقہ جات میں بعض مقامات پر ۳ سے ۴ ہزار روپے میں حصہ ڈال کر بھی قربانی کی جا سکتی ہے، بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بھارت میں گائے کی قربانی کا ایک حصہ تقریباً سترہ سو پاکستانی روپے کا مل جاتا ہے۔

۷۔۔ قربانی کو حج پر قیاس کرنا درست نہیں، کیوں کہ قربانی کے سلسلے میں جو روایات ہیں اس میں "سعۃ" کا لفظ ہے، قربانی نہ کرنے والوں کے لیے جس طرز کی وعید وارد ہوئی ہے اس کا سیاق وسباق یہی بتاتا ہے کہ اس گنجائش سے ادنی درجہ کی گنجائش مراد ہے، انتہائی درجہ کی گنجائش مراد نہیں، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ زکوۃ کی بہ نسبت قربانی کے نصاب میں زیادہ گنجائش نہیں دی گئی، کیوں کہ قربانی کے نصاب کا نامی ہونا اور اس پر سال گزرنا ضروری نہیں، جب کہ حج کے بارے میں وارد روایات میں خود زاد اور راحلہ کی تفصیل ہے، اس میں گنجائش خود شارع نے دی ہے۔

نیز حج کے لیے انسان اپنا گھر بار چھوڑ کر جاتا ہے، اس لیے حج کی فرضیت کے لیے اتنا مال ہونا ضروری ہے جس سے وہ اپنے سفر کے اخراجات پورا کر سکے، گھر والوں کے لیے اتنا مال چھوڑ کر جائے جس سے اس کے گھر والے اپنی ضروریات پوری کر سکیں اور اگر وہ کاروباری شخص ہے تو اس کے پاس اتنی زائد رقم بھی ہو جس سے اس کے لیے حج سے واپسی پر ایسا کام کرنا جاری رکھنا ممکن ہو جس سے وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے ضروری اخراجات پورا کر سکے، ٹھیلہ والا اگر چالیس ہزار روپے میں سے دس ہزار بھی قربانی میں خرچ کر دے تو بقیہ ۳۰ ہزار سے بآسانی اپنے گھر والوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کام جاری کر سکتا ہے۔

الدر المختار مع رد المحتار (كتاب الحج ۲/ ۴۶۲ ط: سعيد)

وحرر في النهر أنه يشترط بقاء رأس مال لحرفته إن احتاجت لذلك وإلا لا

دار الافتاء
جامعة العلوم الإسلامية
علامہ بنوری ٹاؤن کراتشی د
باکستان

مال لحرفته) و في الرد: قوله (يشترط بقاء رأس كتاجر ودهقان ومزارع كما في الخلاصة ورأس المال يختلف باختلاف الناس بحر قلت والمراد ما يمكنه الاكتساب به قدر كفايته وكفاية عياله لا أكثر لأنه لا نهاية له

(جاری ہے)۔۔

البحر الرائق شرح كنز الدقائق (كتاب الحج ۲/ ۳۳۷ ط:دار المعرفة)

وأشار بقوله وما لا بد منه إلى أنه لا بد أن يفضل له مال بقدر رأس مال التجارة بعد الحج إن كان تاجرا وكذا الدهقان والمزارع أما المحترف فلا كذا في الخلاصة ورأس المال يختلف باختلاف الناس

۸۔۔ سونے کا نصاب تقریبا چار لاکھ روپے بنتا ہے، جو بہت زیادہ ہے، اگر اسے معیار بنایا گیا تو بہت سے ان لوگوں پر قربانی واجب نہیں ہوگی جو قربانی کی وسیع قدرت رکھتے ہیں، یوں قربانی صرف بہت زیادہ امیر لوگوں پر واجب ہو کر رہ جائے گی، لہذا یہ کہنا درست نہیں کہ "یہ نصاب اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے قربانی صرف زیادہ امیر لوگوں پر لازم ہو کر رہ جائے"۔

۹۔۔ مذکورہ فتوی میں جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ اس زمانہ کی ہیں جس میں سونا اور چاندی کے نصاب کی قیمت یکساں تھی، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں دونوں کے نصاب کی قیمت میں زیادہ تفاوت نہیں تھا، لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مطلقا تقویم کا حکم دیا، سونے کے نصاب کو معیار بنانے کے لیے موجودہ دور میں ان روایات سے استدلال کرنا درست نہیں۔

۱۰۔۔ زکوۃ اور قربانی میں فرق کرنے کے لیے یہ عذر پیش کیا گیا ہے کہ زکوۃ کا مقصد غریبوں کی حاجت کو پورا کرنا ہے جب کہ قربانی کی یہ غرض نہیں، یہ فرق درست نہیں، کیوں کہ جس طرح زکوۃ کے ذریعہ غریبوں کی مالی امداد واعانت کی جاتی ہے، اسی طرح قربانی بھی ان کے ساتھ مدد کا ایک اہم ذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ قربانی کے گوشت کی ایک تہائی رشتہ داروں میں اور ایک تہائی عام غریبوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے اور اس کی کھال صدقہ کی جاتی ہے۔

۱۱۔۔ زکوۃ اور قربانی کا ایک ہی نصاب ہے، جب قربانی میں سونے کے نصاب کو معیار بنایا جائے گا تو زکوۃ میں اسے معیار نہ بنانے کی کوئی معقول وجہ سمجھ نہیں آتی، جب کہ قربانی کے نصاب کے سلسلے میں ذکر کردہ تمام روایات زکوٰۃ ہی سے متعلق ہیں، اس طرح یہ تحقیق زکوۃ کے باب میں بھی سونے کو معیار بنانے کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، جس کی وجہ سے بظاہر بہت سے فقراء اور غریب لوگ بالخصوص دینی ادارے مالی امداد اور تعاون سے بھی محروم ہو جائیں گے۔

۱۲۔۔ متقدمین ومتاخرین، قدیم وجدید تمام فقہائے حنفیہ نے نوادر کی انفع للفقراء والی روایت پر فتوی دیا ہے، یہ ایک قسم کا اجماع ہے، اس کے خلاف فتویٰ دینا درست نہیں، اسی بنیاد پر ہمارے اکابر نے بھی اسی روایت پر فتوی دیا ہے، لہذا یہ کہنا کہ "یہاں ظاہر الروایہ کو چھوڑ کر نوادر کی انفع للفقراء والی روایت پر فتوی دینے کی کوئی درست توجیہ نظر نہیں آتی" ان تمام بزرگان دین کی فتوی دینے کی صلاحیت پر سوالیہ نشان چھوڑ دیتی ہے۔

دار الافتاء جامعة العلوم الإسلامية علامہ بنوری ٹاؤن کراتشی ۵ پاکستان

(جاری ہے)۔۔

۱۳۔ قربانی، صدقۂ فطر، زکوۃ کا مستحق ہونے اور رشتہ داروں کا نفقہ ذمہ پر واجب ہونے کا ایک ہی نصاب ہے، جب قربانی کے وجوب کے لیے سونے کے نصاب کو معیار بنائیں گے تو صدقۂ فطر بھی صرف اس شخص پر واجب ہوگا جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونے کی مالیت (تقریبا چار لاکھ روپے) ہو، جس کے پاس اتنی رقم نہ ہو اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا، اس کے لیے زکوۃ لینا بھی جائز ہوگا اور اس پر اس کے غریب، نادار رشتہ داروں کا نفقہ بھی واجب نہ رہے گا۔

الدر المختار مع رد المحتار (كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر ٢/٣٦٠ ط: سعيد)

(وبه) أي بهذا النصاب (تحرم الصدقة) كما مر وتجب الأضحية ونفقة المحارم على الراجح

و في الرد: قوله (تحرم الصدقة) أي الواجبة أما النافلة فإنما يحرم عليه سؤالها وإذا كان النصاب المذكور مستغرقا بحاجته فلا تحرم عليه الصدقة ولا يجب به ما بعدها قوله (كما مر) أي في قوله أيضا وغنى

قوله (ونفقة المحارم) أي الفقراء العاجزين عن الكسب أو الإناث إذا كن فقيرات وقيد بهم لإخراج الأبوين الفقيرين فإن المختار أن يدخلهما في نفقته إذا كان كسوبا.

لہذا ہمارے دارالافتاء کی رائے یہ ہے کہ قربانی کے وجوب کے سلسلے میں "انفع للفقراء" کی روایت پر ہی بدستور فتوی دیا جائے، جیسا کہ اسی روایت پر تمام فقہاء کرام اب تک فتوی دیتے چلے آرہے ہیں، فقط واللہ اعلم

کتبہ

محمد عمران ممتاز

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

4 ذو الحجہ 1437ھ بمطابق 7 ستمبر 2016ء

دار الافتاء جامعة العلوم الإسلامية علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

الجواب صحیح
محمد انعام الحق
۱۲/۴

الجواب صحیح
محمد شفیق عارف

الجواب صحیح
محمد عبد القادر

الجواب صحیح
محمد داؤد
۴/۱۲/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

۴/۱۲/۱۴۳۷ھ

جامعة العلوم الإسلامية مفتی دار الافتاء علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان